

تصویر مهدی، دجال

اور

قرب قیامت

"The Mahdi, Antichrist and End of Time"

﴿تحقیق و تصنیف﴾

سید محمد وقاری

ناشر

باب العلم ریسرچ فاؤنڈیشن

(پاکستان)

Copyright © 2010 by the Author

All rights reserved under the Publishing & Copyright Act

No part of this publication can be copied without a prior permission from the copyright owner in advance.

(Electronic Copy)

جملہ حقوقِ حق مصنف محفوظ ہیں۔

نوت: انٹرنیٹ کے لئے موجودہ اشاعت مصنف کی خصوصی اجازت سے کی گئی ہے۔

Bab-ul-IIm--Always a Step Ahead

Join Us for Excellence

Feedback:

whatquransays@gmail.com

www.birf.weebly.com

تصویرِ مہدی، دجال اور قربِ قیامت

The Mahdi, Antichrist and End of Time

مسلمانوں کے ہاں قیامت کے حوالے سے جو عمومی مزاج پایا جاتا ہے وہ تصویرِ مہدی اور فتنہِ دجال سے جڑا ہوا ہے۔ اگر کسی عام مسلمان سے قیامت کے متعلق کچھ کہایا پوچھا جائے تو وہ اس کو ہر مرحلہ پر ظہورِ مہدی اور خروجِ دجال سے منصوب کرتا ہو انظر آئے گا۔ اس روایتی اندازِ استدلال کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہمارے پاس قیامت کے موضوع پر موجود ذخیرہ حدیث کا بڑا حصہ انہی دو موضوعات کا احاطہ کرتا ہو انظر آتا ہے۔ مزید برآں، اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ مدرسہ جات سے فارغ التحصیل ”جامد“ خیالات کے حامل مقررین نے ان تصوراتِ حدیث کو لغوی و ظاہری معنوں میں اس حد تک عام کر دیا ہے کہ کسی بھی مرحلہ پر اصطلاحی یا استعارتی معنی پیش کرنا گناہِ کبیرہ کے متراود سمجھا جاتا ہے۔

قیامت پر ایمان لانا ہر مسلمان کے ایمان کا بنیادی جزو ہے۔ تاہم قیامت کی جزوی تفصیلات، قربِ قیامت کے واقعات اور اس کی روایتی تشریفات پر ہو بہو ایمان لانا ہرگز ایمان کی شرائط میں شامل نہیں۔ اسلام اپنے اندر ایک عملی دین اور مکمل ضابطہ حیات ہے، جبکہ اسکے عکس دوسرے تمام مذاہب روحانی اور مسیحی (Messianic) واقع ہوئے ہیں۔ یہی وہ بنیادی فرق ہے جو اسلام کے تصویرِ قیامت کو بھی دوسرے مذاہب کے پیش کردہ مسیحی تصوراتِ قیامت سے جدا کرنے کا باعث ہے۔

تصویرِ مہدی جسے ہم عرفِ عام میں قربِ قیامت میں ظاہر ہونے والی ایک جمیٰ جاگتی شخصیت جان کر ”المہدی، امام المُنتظر“، وغیرہ کے ناموں سے جانتے ہیں، اسلام کے تصویرِ قیامت کے زینہ کی وہ پہلی سیڑھی ہے جس کا تنقیدی جائزہ لیے بغیر اس موضوع پر کوئی تحقیقی و تجدیدی بحث ممکن نہیں۔

A Presentation of:

BAB-UL-ILM RESEARCH FOUNDATION

whatquransays@gmail.com

www.birf.weebly.com

بلاشبہ جب تک ہم ذاتی عقائد اور تعصبات کو بالائے طاق رکھ کر اس معااملے کا غیر جانبدارانہ تجزیہ نہیں کر سکتے ہمارے عقائد اسی طرح باہمی تضاد اور جنگال کا شکار رہیں گے۔ لہذا رقم الحروف نے ابہامات سے بھر پور اس معااملے کو کڑے انداز میں پرکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اسی اصول کے تحت ذیل میں آنے والے مضمون میں تصویرِ مہدی کا تقیدی جائزہ قرآن، تقابل ادیان اور تاریخ کی روشنی میں پیش کیا جائے گا اور یہ دیکھنے کی کوشش کی جائے گی کہ یہ تصوراً پنی اصلی حالت (Genuineness) میں کس حد تک اسلامی اور تاریخی اعتبار سے مستند ہے۔ اس کے علاوہ ہم تاریخ اسلامی میں جھانک کر یہ بھی دیکھنے کی کوشش کریں گے کہ اسلام اور امت مسلمہ کو آج تک تصویرِ مہدی نے کتنا فائدہ اور کتنا نقصان پہنچایا ہے۔

اپنے اندازو مزاج کے اعتبار سے مہدیت خالص مسیحی عقیدہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک پراسرار فلسفہ بھی ہے۔ تمام اخلاقی و روحانی تعلیمات پر مبنی مذاہب جب دُنیوی طور غلبہ حاصل کرنے یا انسانی معاشرت کو اثر انداز کرنیش میں ناکام ہو جاتے ہیں، تو وہ خالص روحانیت کا الباہدہ اوڑھ کر ایک عجیب طرز کی ”خود ساختہ کا ہلی“ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس کا ہلی کی بنیاد وہ ”آئینڈ یلزم“ (Idealism) ہے جس کی ساری عمارت آخری مسیحا (Messiah) کی آمد کے فلسفہ پر کھڑی ہے، کیونکہ ایسے آئینڈ یلزم کا شکار لوگوں میں یہ عقیدہ بہت جلد پروان چڑھ جاتا ہے کہ جب تک ان کا نجات دہنہ ”مسیحا“ ان کے اندر ظاہر نہیں ہو جاتا، دنیا میں حق پھیلانے کے لیے کی جانے والی ان کی کوئی بھی کوشش کا مرانی کی معراج تک نہیں پہنچ پائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ مسیحی عقائد رکھنے والے لوگ ہاتھوں پر ہاتھ دھرے محض اسی بات کا انتظار کرتے ہیں کہ کب اللہ ان کی مدد گچھیا وہ مسیح بھیجے، جو ان کو فتح و کامرانی سے ہمکنار کرے۔ یہ سلطان کسی بھی محرک قوم کو جمود کا شکار کرنے اور آفاق سے زمین پر لاچھننے گچھیا کافی ہے۔ جوبات ہمارے لیے یہاں لازم ہے، وہ یہ ہے کہ ایسے کسی بھی عقیدہ کا جائزہ لیتے ہوئے ہم اُس قرآنی اصول کو نظر انداز نہ کریں، جس میں اللہ رب العزت نے قوموں کے عروج و زوال کا ایک معیار مقرر کر دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت قطعاً نہیں بدلتا، جب تک کہ وہ خود اپنے طرزِ زندگی کو بہتر بنانے کی سعی نہ کریں۔“

(سورۃ الرّعد، ۱۳: ۱۱)

یہودیت اور عیسائیت ہزار ہا سال سے اسی عقیدے پر قائم ہیں کہ ان کا نجات دہنہ آ کر انہیں

مشکلات سے نکالے گا اور بالآخر پوری دنیا میں اُن کی حکومت قائم ہوگی۔ یہودیت وہ پہلا سماجی مذہب تھا، جس نے دنیوی ناکامیوں سے دلبرداشتہ ہو کر ایک مسیحائی عقیدہ متعارف کروایا۔ اس عقیدہ کے مطابق حضرت داؤڈ کی اولاد میں سے ایک عظیم بادشاہ نمودار ہو گا، جو حضرت داؤڈ کی طرح بنی اسرائیل کو ان کی عزت و حشمت والپس لوٹائے گا اور ساری دنیا پر یہودیوں کی حکومت قائم کرے گا۔ بنی اسرائیل کی 586 قبل مسیح میں بابل کے حکمران بخت نصر کے ہاتھوں شکست، ہیکل سلیمانی کی تباہی اور جلاوطنی درحقیقت وہ اصلی وجوہات تھیں، جن سے پھیلنے والی ”تومی مایوسی“، کوکم کرنے گچھا آں یہود نے چھٹی صدی قبل مسیح میں ”نجات دہنندہ مسیح“ کا عقیدہ اپنایا اور تب سے آج کے دن تک وہ اُس کا انتظار کر رہے ہیں۔ آل یہود کے ہاں ہیکل سلیمانی کی تباہی کے بعد ایک ماہیوں کن سوچ پروان چڑھئی تھی کہ خداۓ بنی اسرائیل ”یہوا“ نے اُن کی سرکشی کے باعث اُن سے منہ موڑ لیا ہے، جس کی سزا بنی اسرائیل کو اُن کے مقدس ترین عبادت خانہ کی تباہی اور ”ارض موعودہ“ (Promised Land) سے جلاوطنی کی صورت میں ملی ہے۔ اس فکر کے جواب میں جس فکر کو عروج ملا وہ ”مسیحائی“، فکر تھی، جس میں نوید سنائی گئی تھی کہ ”یہوا“ (یہود کی طرف سے استعمال کردہ خدا کا عبرانی نام) اُن سے ہمیشہ کے لیے ناراض نہیں ہوا، بلکہ وہ آل یعقوب کو قوتی سزا کے بعد ایک طاقتو ر بادشاہ (جسے ”مسیح“ کے نام سے جانا گیا) کے ذریعے دوبارہ عروج عطا کرے گا۔ یہود کا یہ عقیدہ حضرت دانیال سے منصوب صحیفہ پرمی ہے، کیونکہ جلاوطنی کے دور میں جو بنی بنی اسرائیل میں مبعوث کیے گئے تھے، وہ حضرت دانیال ہی تھے جو کہ فارس کے شہنشاہ سائرسِ عظیم کے دربار میں وزارت کے منصب پر بھی فائز رہے۔ حضرت دانیال سے منصوب یہ صحیفہ موجودہ بابل کے عہد نامہ قدیم کے حصہ ”انبیاء“ (Neviim) میں شامل ہے۔ صحیفہ دانیال میں مذکور ہے:

”رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے سامنے کوئی کھڑا ہے جو انسان جیسا دکھائی دیتا تھا۔ وہ آسمان کے بادلوں پر آ رہا تھا۔ وہ قدیم بادشاہ (خداۓ یہوا) کے پاس آیا تھا۔ اسے اس کے سامنے لے آیا گیا تھا۔ وہ شخص جو کہ انسان کی مانند دکھائی دے رہا تھا، اس کو سلطنت، حشمت اور سارا علاقہ سونپا گیا۔ سبھی تو میں اور ہر زبان کے گروہ اس کی خدمت کریں گے۔ اس کی حکومت ہمیشہ قائم رہے گی۔“

(دانیال، ۱۲: ۷)

مذکورہ بالا آیات یہودیوں کے عقیدہ مسیح اور اُس کی ابدال آبادر ہے وہی حکومت کے نظریہ کونہ

صرف جنم دیتی ہیں، بلکہ پروان بھی چڑھاتی ہیں۔ اس کے علاوہ یہودی اپنے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ بحیثیت قوم خدا کے ”مقدس لوگ“ (Chosen Race) ہیں، جنہیں خدا نے چن کر اپنا بنا لیا ہے اور جن کی نہ صرف ساری دنیا پر حکومت قائم ہوگی، بلکہ تمام قوموں پر ان کی فرمانبرداری اور احترام بھی لازم ہو گا۔ ان کے اس عقیدہ کی آبیاری بھی صحیفہ دانیال کی ان آیات سے ہوتی ہے، جو ذیل میں مرقوم ہیں:

”جو ہونا ہے اُس کا فیصلہ خدا کی عدالت کرے گی اور اس (کافر) بادشاہ سے اس کی حکومت چھین لی جائے گی۔ اس کی سلطنت کا مکمل طور پر خاتمه ہو جائے گا۔ پھر خدا کے مقدس لوگ اس مملکت پر حکومت کریں گے۔ زمین کی سبھی مملکتوں کے سبھی لوگوں پر ان کی حکومت ہوگی۔ یہ حکومت ابد الآباد تک رہے گی اور دیگر سبھی قوموں کے لوگ ان کا احترام کریں گے اور ان کی فرمانبرداری بھی کریں گے۔“

(دانیال، ۲۶:۲۷)

عیسائیوں کا مسیحی عقیدہ بھی بنیادی طور پر یہودیت سے ہی درآمد شدہ ہے۔ آل یہود نے اُس وقت حضرت عیسیٰ پر جھوٹے مسیح ہونے کا الزام لگا کر ان کو مصلوب کرنا چاہا، جب ان کی نبوت کو شروع ہوئے مخصوص تین سال ہوئے تھے اور ان کی تعلیمات پوری طرح سے عام لوگوں تک نہیں پہنچیں تھیں۔ یہودیوں کے کاہن اعظم کی طرف سے حضرت عیسیٰ کو عقیدہ مسیح کی تو ہیں کا مرتكب ٹھہرا کر صلیب دیئے جانے کا فتویٰ جاری کیا گیا۔ یہودیوں کو اس معاملے میں فلسطین کے رومی گورنر ”پوٹس پائے لیٹ“ (Pontius Pilate) کی اجازت بھی مل چکی تھی کہ وہ مسیحیت کے دعویدار اس شخص کو سرکاری سطح پر سزاۓ موت دے کر عبرت کا نشان بناسکیں۔ چونکہ عیسائیوں کو طوائف الملوکی کی اس کیفیت میں یہی لگا کہ حضرت عیسیٰ مصلوب کر دیئے گئے ہیں، اس لیے انہوں نے اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد ہتھی ”صلیب کے ذریعے گناہوں کے کفارہ“ (Salvation through Crucifixion) کا عقیدہ تخلیق کر لیا۔ جبکہ اس عقیدہ کی تخلیق کے پیچھے اصل واقعہ کچھ یوں ہے کہ جب حضرت عیسیٰ صلیب کے واقعہ کے تیسرے دن اُس غار سے نکلے جہاں انہیں حالت بے ہوشی میں فلسطینی شہر ”ارما تھیا“، کارہائی یوسف نامی سیاسی اثر و رسوخ کا حامل شخص صلیب سے اُتار کر لے گیا تھا، تو عیسائیوں میں ان کے ”مردوں میں سے جی اُٹھنے“ کا نظریہ شہرت کپڑنے لگا۔ اس نظریہ کو ابتدائی طور پر متعارف کروانے والی چند ”توہم پرست“ خواتین تھیں، جنہوں نے دعویٰ کیا کہ وہ ”یسوع مسیح“ کے دوبارہ زندہ ہونے کی گواہ ہیں کیونکہ انہیں یہ بات خود

یسوع نے بتائی ہے۔ جلد ہی اس نظریہ نے اتنی شہرت پکڑی کہ یہ عیسائیت کا نبیادی عقیدہ بن گیا اور اس نے رانجِ الوقت انجلیوں اور عہد نامہ جدید کی باقی کتابوں میں جگہ بنالی۔ عیسائی بابل کی آخری کتاب ”مکافہ“ (Revelation) میں تحریر ہے:

”یسوع مسیح کی طرف سے جو سچا گواہ اور مردوں میں سے جی اٹھنے والوں میں پہلا ہے اور دنیا کے بادشاہوں پر حاکم ہے۔“

(مکافہ، ۱:۵)

حضرت عیسیٰ کا مصلوب ہو کر دوبارہ زندہ ہونے کا عقیدہ عیسائیوں کو اُن کی دنیا میں واپسی اور ابد الآباد مطلق العنان، حکومت کے تصور کی طرف لے گیا۔ پہلے پہل تو صرف اسی ”تسلي“ پر اکتفا کیا گیا کہ حضرت عیسیٰ دنیا میں جلد و اپس آئیں گے اور مونوں کو سہارا دینگے۔ اس ابتدائی عقیدہ کی ایک شہادت ہمیں عہد نامہ جدید کی دستاویز ”کتابِ اعمال“ سے بھی دستیاب ہے، جہاں یوں مذکور ہے:

”اور وہ اُس مسیح کو جو تمہارے واسطے مقرر ہوا ہے یعنی یسوع کو بھیجے (گا)۔ ضرور ہے کہ وہ آسمان میں اُس وقت تک رہے جب تک کہ وہ سب چیزیں بحال نہ کی جائیں جن کا ذکر خُدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے۔“

(کتابِ اعمال، ۲۱:۲۰-۲۱)

تاہم نام نہاد حواری ”پوس“ (Saint Paul) کے عیسائیت پر غلبہ کے بعد اُس کی تعلیمات کے زیر اثر ”یسوع مسیح کی واپسی“ کے عقیدہ کے ساتھ ”بادشاہت مسیح“ کا عقیدہ بھی منسلک کر دیا گیا۔ ان دونوں عقائد نے بہت جلد عقیدہ واحد کی شکل اختیار کر کے عیسائی عہد نامہ جدید میں جگہ بنالی۔ یوحنایوی سے منصوب عہد نامہ جدید کی سب سے آخر میں لکھی جانے والی کتاب ”مکافہ“، جو کہ ترتیب کے اعتبار سے بھی بابل کی آخری کتاب ہے، میں مرقوم ہے:

”دنیا کی بادشاہی ہمارے خداوند اور اس کے مسیح کی ہوگی اور وہ ابد الآباد بادشاہی کرے گا۔“

(مکافہ، ۱۱:۱۵)

”مسیح یا مسیح“ اصلاً عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ جس کا معنی ہے ”بھیگے ہوئے سروالا“۔ یہودیت اور عیسائیت دونوں میں اصطلاحاً اس سے مراد ”عظمیم بادشاہ“ ہے۔ جس کی بادشاہی ساری دنیا پر ہوگی۔ یہی وجہ

ہے کہ یہ دونوں ادیان قرب قیامت کو ”میسیحائی عہد“ (Messianic Age) کا نام دے کر اُس کی جلد آمد کی دعا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

غیر سامی مذاہب کے میسیحائی تصورات پر پچھلے صفحات میں جامع بحث ہو چکی ہے۔ لہذا یہاں اُن کی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں۔ تاہم سامی ادیان کے تصورات صحیح کی اسلامی تصورِ مہدی سے گہری وابستگی کی وجہ سے یہ ضروری تھا کہ اُن کے پس منظر کا تقيیدی جائزہ لے کر تفصیلی بحث کی جائے۔ اب ہم اُس نجی پرپنچھے پکے ہیں، جہاں مسلمانوں میں راجح تصورِ مہدی اور اس پر پڑنے والے یہودی اور عیسائی اثرات کا جائزہ لینا کافی آسان ہو گیا ہے۔

”مہدی“ عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی ہیں ”ہدایت یافتہ“۔ دینی اصطلاح میں مہدی سے مراد وہ ہستی ہے، جسے خدا کی طرف سے مستقلًا ہدایت ملتی ہو۔ عرف عام میں مہدی کے ساتھ ”امام“ کے سابقہ کا اضافہ کیا جاتا ہے اور اس میسیحائی ہستی کو ”امام مہدی“ کے نام سے پکارا جاتا ہے، جس کا مطلب ہے ”ایسا رہبر جو خدا کی طرف سے ہدایت دیا گیا ہو۔“ خدا کا انسانیت کے نام آخری پیغام ”قرآن مجید“ مہدی جیسی کسی بھی شخصیت کے تذکرہ سے بالکل خالی ہے۔ قرآن مجید کی کسی آیت میں ایسا ہلکا سا اشارہ بھی نہیں ملتا، جس کا حقیقی یا ضمنی رُخ ”مہدیت“ کی طرف ہو۔ مزید برآں یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ حدیث کے بنیادی مأخذ صحاح سنت کی مستند ترین کتاب ”جامع بخاری“ میں بھی مہدیت کا قطعاً کوئی ذکر نہیں۔ حالانکہ صحیح بخاری میں قرب قیامت کے واقعات پر بڑے جامع انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ لہذا اس امر سے ایک بات جو کسی بھی ایسی بحث کو شروع کرنے سے پہلے، جس کا مدعای اثبات مہدیت ہو، طے ہو جاتی ہے، کہ اسلامی دینیات کے دو بنیادی مأخذوں سے تصورِ مہدیت مطلقاً غائب ہے۔ علاوہ ازیں ”صحیح مسلم“ میں بھی مہدی نام کی کسی شخصیت کا کوئی تذکرہ موجود نہیں اور نہ ہی اُن کے اخروی دور کے کردار پر کوئی روشنی ڈالی گئی ہے۔ حالانکہ صحیح مسلم میں قرب قیامت کے حالات و واقعات پیشوں نزول عیسیٰ و خرون و دجال صحیح بخاری کی نسبت زیادہ تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ صحیح مسلم کی صرف ایک حدیث میں ایک ایسے خلیفہ کا ذکر ملتا ہے، جو کثرت سے خیرات کیا کرے گا۔ روایت پسند شارحین حدیث کی اکثریت اس خلیفہ کو مہدی قرار دیتی ہے۔ لیکن اس تصریح سے جو سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ کیا امام مسلم لفظ ”مہدی“ سے ناواقف

تھے؟ یا انہوں نے جان بوجھ کر اس کو استعمال کرنا مناسب نہیں سمجھا؟

شah ولی اللہ محدث دہلوی نے کتب احادیث میں جن تین کتابوں کو معیار کے اعتبار سے سر فہرست رکھا، وہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور موطاً امام مالک ہیں۔ موجودہ تجزیہ میں ہم پہلے ہی دو کا جائزہ لے چکے ہیں اور اب ہم امام مالک کی ”موطاً“ پر بھی ایک نظر ڈال لیتے ہیں۔ یہاں تاریخ کے حصول کے لیے محض ایک تحقیقی نگاہ ہی کافی رہے گی۔ یہ امر دلچسپی کا حامل ہے کہ موطاً امام مالک میں بھی مہدیت یا مسیحی خلیفہ جیسے کسی تصور کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔ ان تینوں کتب احادیث میں زمانی اعتبار سے موطاً امام مالک سب سے پہلے لکھی گئی۔ صحیح بخاری دوسرے نمبر پر وجود میں آئی۔ جبکہ صحیح مسلم کی تدوین ان تینوں میں سب سے آخر میں عمل میں آئی۔ قابل توجہ بات جو ان تینوں کتب میں یکساں پائی جاتی ہے وہ تصویرِ مہدی کا ان تینوں کے متن سے یکسر غائب ہونا ہے۔ جبکہ قرآن بھی ان سے پہلے بالکل اسی نقطہ نظر کو اپناتا ہوا نظر آتا ہے۔ منطقی انداز سے دیکھا جائے تو تاریخ جمع حدیث کے حوالے سے دو طرح کی آراء قائم کی جاسکتی ہیں۔ اول یہ کہ تصویرِ مہدی پر مبنی احادیث کا جمع حدیث کے اوائل دور میں کہیں کوئی وجود نہیں تھا۔ یعنی ایسی تمام احادیث کو بعد میں ”ضرورت ایجاد کی ماں ہے“ کے محاورے کے مصدق گھٹ لیا گیا۔ دوّم، اگر معاملہ یوں نہیں اور یہ کہ مہدیت کا پرچار کرنے والی احادیث واقعتاً پہلے سے موجود تھیں تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ تین جیز محدثین جو کفر حديث کے امام تصور کیے جاتے ہیں اور جن کے ذخیرہ حدیث پر علم الحدیث کی پوری عمارت کھڑی ہے، ان احادیث سے مکمل ناواقف رہے جو مہدیت کا پرچار کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اس معاملہ میں جو دوسری صورت ممکن ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ ان تینوں محدثین نے ایسی تمام احادیث کو متن یا سند کے اعتبار سے قابل اعتماد نہیں سمجھا۔ ایسی صورت میں ہم یہ سوال اٹھانے میں حق بجانب ہیں کہ بعد کے محدثین نے کیوں اور کن بنیادوں پر بانیان علم الحدیث کی مسترد کرده احادیث کو صحیح تسلیم کر لیا؟ راقم الحروف کی ذاتی رائے کے مطابق پہلی صورت زیادہ متوقع دکھائی دیتی ہے اور یہ کہ ایسی تمام احادیث، جن میں مہدیت کا تذکرہ موجود ہے، بعد کی پیداوار ہیں اور سرے سے احادیث ہیں، ہی نہیں۔ اس بات کی سند خود حدیث سے بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔

”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد کے زمانہ میں بہت سے جھوٹے اور مکار لوگ پیدا ہو جائیں گے۔ وہ تمھیں (مجھ سے منسوب) با تین سنائیں گے، جو تم نے کبھی

نہ سُنی ہوں گی۔ نہ تمھارے باپ دادا نے سُنی ہوں گی۔ تم ان سے پچنا۔“

(صحیح مسلم)

یہ تاریخی طور پر ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ شام میں رہنے والے مسلمان اپنے یہودی و عیسائی پس منظر کے علاوہ بائبلی (Biblical) عقائد کے زیر سایہ رہ کر تصویرِ مسیح سے اس قدر مانوس ہو چکے تھے کہ جلد ہی انہیں یہ تصوراً پنا اپنا سالنے لگا اور ان کی مسیح (Savior) گھبیاشنی بڑھنے لگی۔ ایسی حالت میں اسلامی تعلیمات کے اندر ”خدائی نجات و ہندہ“ کی طرز کی تعلیمات کے لیے گنجائش نہ پا کر اکثر مسلمانوں کو مایوسی ہوئی۔ مزید ستم یہ کہ عبد اللہ ابن سباء اور اُس کے اسلام دشمن شریٹوں نے بھی ایسے ہی گمراہ کن عقائد پھیلانا شروع کر دیئے، جو کہ اسلام کی فطرت کے خلاف ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ سے منصوب کر دیئے گئے۔ ایسے عقائدِ باطلہ میں سے اکثر کی کڑیاں جہاں ایک طرف رسول ﷺ سے ملتی تھیں، تو دوسری طرف اس کا ناطع عقیدہ مہدیت کی ابتدائی شکل (Prototype Mahdism) سے جوڑا جاتا۔ اور یوں اُس تصور کا جنم ہوا، جس نے بعد میں امتِ مسلمہ کو پوری طرح اپنے حصار میں لے لیا اور مسلم اُمّہ آج تک اس کو سچ مان کر سینے سے لگائے ہوئے ہے۔ اس سے نہ صرف یہ کہ مہدیت کا پیروکار ایک مضبوط مکتبہ فکر (School of Mahdism) وجود میں آیا، بلکہ اسلام کے اندر بنیادی مأخذوں کو نظر انداز کرتے ہوئے End of Times اور Apocalypse کی ایک نئی روایت نے تشکیل پا کر مسلم اُمّہ کو ہمیشہ کے لیے اپنے سحر میں لے لیا۔

اب ہم موجودہ بحث کے ضمن میں دوسرا سوال اٹھائیں گے۔ یہ سوال ”مہدیت“ کو قرآنی تعلیمات کے میزان پر تو لئے اور اس تصور کی Higher Criticism کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔ اگر ہم تھوڑی دیر کے لیے مہدیت کو سچ مان بھی لیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ”مہدی“ نامی اس پر اسرارِ شخصیت کی دینی و شرعی حیثیت کیا ہوگی؟ آیا کہ وہ (جس طرح کہ مذہب شیعہ کا مانا ہے) ”وَدِیقِ امام“ ہوں گے اور خدا سے براہ راست ہدایت وصول کریں گے؟ اگر معاملہ ایسا ہی ہے تو اگلا سوال یہ ہے کہ کیا اسلام نے

”امامت بالودیعت“، جیسے کسی تصور کی گنجائش باقی رکھی ہے؟ کیا قرآن اس پر بحث کرتا اور اس کے حق میں دلائل دیتا ہوا نظر آتا ہے؟ امام کون ہوتا ہے اور وہ نبی کے درجے سے کس قدر قریب، بلند یا پست ہوتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ قرآن و سنت اور سیرت کے عرق ریز مطالعہ کے بعد بھی، ہم اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات میں کسی بھی جگہ ”امام الامت“، جیسے کسی منصب، مرتبہ یا مظہر کو متعارف نہیں کروایا گیا۔ پھر کیونکہ زبان رسول ﷺ ایک غیر اسلامی فکر کی تبلیغ کر سکتی ہے؟

مزید آگے بڑھتے ہوئے ہم مہدی کے بارے میں راجح کچھ دوسرے عقائد کو بھی ایک نظر دیکھتے ہیں۔ علماء کے ایک مكتب کا خیال ہے کہ مہدی خلیفہ راشد ہوں گے اور دین کی تجدید کا فریضہ سرانجام دیں گے۔ یہاں ہمیں منطقی بنیادوں پر ایک سوال اٹھانا چاہیے کہ کیا مہدی منصب شریعہ کے اعتبار سے محسن ایک مجدد اور خلیفۃ المسلمين ہی ہوں گے؟ اگر ایسا ہوگا تو پھر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ سے بغیر کسی درمیانی واسطہ کے براہ راست راہنمائی حاصل کر سکیں؟ کیا خلافائے راشدین (ابو بکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم) جو کہ ”اصحاب رسول“ بھی تھے، میں سے کسی کو حق تعالیٰ کی طرف سے بھی بلا واسطہ ہدایت و راہنمائی عطا کی گئی؟ توحید کے بعد سب سے اہم قرآنی اصول ”وجی“ کا وہ تصور ہے جس کے مطابق اللہ کی طرف سے براہ راست راہنمائی صرف انبیاء کو ہی دی جاسکتی ہے، جبکہ ”بلا واسطہ ربط یا رابطہ“ کا یہ سلسلہ بھی حضرت محمد ﷺ کی ہستی پر موقوف ہو جاتا ہے۔ لہذا ان کے بعد کسی کے بارے میں یہ گمان کرنا کہ وہ ہدایتِ الہی سے بہرہ در تھا، ہے یا ہو گا درحقیقت تعلیمات قرآنی کی نفی کے مترادف ہے۔ حیران کن امر یہ ہے کہ ”مہدیت“ کے تصور کی بنیاد ہی ”لوہی ہدایت“ پر ہے اور روایتی عقیدہ کے مطابق ”مہدی“ کے لقب سے ملقب یہ شخص ہدایتِ الہی کے تابع تمام امور سرانجام دے گا۔ کیا اب بھی اس بات میں کوئی شک باقی ہے کہ اس نکتہ پر قرآنی اصول اور مر وجہ تصور مہدیت باہم متصادم نہیں؟ کیا یہ تصادم محسن بادی النظر میں اتصادم محسوس ہوتا ہے یا معاملہ اس سے کہیں آگے بڑھ جاتا ہے؟ مزید برآں جو پیغمبرانہ صفت شخصیت مہدی میں ڈال دی گئی ہے، وہ ان کا اسم گرامی ہے۔ معروف روایات کے مطابق ان کا نام ”محمد بن عبد اللہ“، ہو گا اور وہ لگ بھگ انہی صفات کے حامل ہوں گے، جو رسول ﷺ کی شخصیت میں موجود تھیں۔ تو کیا ہم لوہی ہدایت سے فیض یا ب مہدیت کا اقرار کرنے کے بعد بھی واقعیتاً ”ختم نبوت“ پر یقین رکھتے ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ اپنی سنت تبدیل کرے گا اور اولیاء، اوصیاء یا آئمہ کو وحی کر کے رشد و ہدایت سے نوازنا شروع کر دے

گا؟ مہدی کا منصب آخر کیا ہو گا؟ اگر تو وہ اللہ کی طرف سے اٹھائے گئے خلیفہ ہوں گے تو اشکال یہ سامنے آتی ہے کہ اللہ انہیں کس کے ذریعے مامور کرے گا؟ مروجہ عقائد کے مطابق حضرت عیسیٰ کا نزول ظہور مہدی کے واقعہ کے بعد پیش آئے گا، یعنی مہدی خلیفۃ اللہ مامور کیے جا چکے ہوں گے۔

درachi قرآن کا ”خاتم الوجی“ اور آنحضرت ﷺ کا ”خاتم الانبیاء“ ہونا وہ نصوص و اصول قرآنی ہیں جنہوں نے آئندہ باتوں کو خدا کی طرف منصوب کرنے کے تمام راستے بند کر دیئے۔ تاہم کوئی چارانہ ہونے کے باوجود عالم بالا سے ربط بحال رکھنے کی خواہش کے تحت جلد یا بدیر اہل تصوف نے ”ہاتھ نبی“، اہل سنت و حدیث نے ”مجد و مہدی“ اور اہل تشیع نے ”امامت و داعیہ اور وصی الرسول“ کے نظریات کو فروع دینا شروع کر دیا۔ آگے چل کر ان تینوں نظریات نے مضبوط مذہبی روایات کی شکل اختیار کر لی اور تین طرح کے فرقوں کو جنم دیا۔

اگلا نکتہ خوش نہیں پرمی اُس تصور کے حوالے سے ہے جس کے مطابق مہدی کی آمد کے بعد ساری دنیا میں ”ایمان“ (درحقیقت اسلام) پھیل جائیگا اور کفر و برائی مطلقاً ختم ہو جائیں گے۔ حیرت اس بات کی ہے کہ اہل عقل و دانش اتنا بھی سوچنے سے قاصر ہیں کہ کفر و برائی اگر نبی آخر الزماں ﷺ کی زندگی اور دورِ نبوت میں مطلقاً ختم نہیں کیے گئے تو یہ کسی اور شخصیت کے دور میں مکمل طور پر کیسے مٹائے جاسکتے ہیں؟ حضرت محمد ﷺ نہ صرف خاتم الانبیاء ہیں، بلکہ آپ ﷺ سید البشر اور انسانیت کے تمام پہلوؤں کی اپنے اندر تکمیل بھی ہیں۔ انسانیت، ایمان، نیکی اور فلاح نے رسول اللہ ﷺ کی شخصیت پر آ کر اپنی اپنی معراج دیکھی۔ جبکہ اس ضمن میں آپ ﷺ کا اپنا فرمانِ ذیشان بھی ہے کہ ”سب سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ پھر اس کے بعد کے لوگوں کا، پھر اس کے بعد کے لوگوں کا۔“ ان تمام صورتوں اور اسلام کی کھلی کھلی تعلیمات کو سامنے رکھ کر غیر جاندارانہ مطالعہ کے بعد بھی کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام مہدی اس بات کے رسول اللہ ﷺ سے بھی زیادہ مستحق ہیں کہ ان کے دور میں کفر و برائی کا مطلق خاتمه ہو؟ اللہ رب العزت نے کائنات کی جو منصوبہ بندی کی ہے، اس میں ”محمد ﷺ“ سے بہتر کوئی شخص نہیں اور نہ ہی کوئی اس بات کا آپ ﷺ سے زیادہ مستحق ہے کہ وہ زمین پر خلافت الہیہ کے منصب پر فائز ہو کر شیطان کو ذلیل و خوار کرنے اور تمام عالم انسانیت کو مسلمان کر کے خدا کے حضور سجدہ ریز کرنے کا مججزہ سرانجام دے سکے۔ اگر اللہ نے یہ اعزاز اپنے محبوب کو نہیں بخشنا تو وہ کسی اور کو یہ اعزاز کیونکر بخشنے گا؟

اسلامی تاریخ کے اور اق پلٹ کرد یکھنے سے معلوم ہوگا کہ امت مسلمہ کی سالمیت، ساکھ اور اتحاد کو جس قدر نقصان "مہدیت" کے تصور نے پہنچایا ہے، اتنا کسی اور عقیدے یا تصور نے انفرادی طور پر پہنچیا۔ مہدیت کے نام پر بے انتہا قتل و غارت کی گئی، امت مختلف فرقوں میں بٹ گئی اور بہت سے ایسے فتنے اٹھے کہ پھر دبائے نہ جا سکے اور مسلمان آج تک ان سے نبرد آزمائیں۔ انسیوں صدی عیسوی میں ایران میں "بہاء اللہ" نے مہدی معہود ہونے کا دعویٰ کر کے "بہائیت" نامی عالمگیر مذہب کی بنیاد رکھی۔ اُس نے دعویٰ کیا کہ اُس پر خدا طرف سے وحی آتی ہے اور یہ کہ وہ مہدی مقرر کر دیا گیا۔ بہاء اللہ نے نہ صرف اسلام سے اپنا ناط توڑ لیا، بلکہ اسلام کو منسون خ قرار دے دیا۔ آج بہائیت کے پیروکاروں کی اچھی خاصی تعداد ایران اور دیگر ممالک میں موجود ہے اور وہ بہاء اللہ کے الہامات کو مانتے ہیں۔ جو کہ "کتاب بہاء" کی صورت میں اکٹھے کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ انسیوں صدی ہی کے آخر میں بر صغیر میں ایک ایسا فتنہ اٹھا جسے ہم "فتنه قادیانیت" کے نام سے جانتے ہیں۔ یہ وہ فتنہ ہے جس نے بر صغیر میں اسلام کی ایک ہزار سال پرانی جڑوں تک کو ہلا کر رکھ دیا۔ قادیانی کے مرزا غلام احمد نے انتہائی مکاری کے ساتھ جس عقیدے کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کیا وہ بھی "مہدیت" ہی ہے۔ مرزا ملعون نے کمال مہارت سے تصورِ مہدیت کی دلفریب تشریفات کیں اور حقائق اور چند غیر معروف احادیث کو توڑ مردوڑ کر یوں پیش کیا کہ خود ہی مہدی بن بیٹھا۔ اس کی مہدیت کی کہانی اگرچہ یہیں ختم نہ ہوئی بلکہ وہ "مسح موعود، ظلی، بروزی اور غیر تشریحی" نبی تک بنا۔ تاہم مرزا ملعون کو شیطانی منصوبہ بندی گچھیا بنیادیں فراہم کرنے والا کنٹہ مہدیت ہی کا تصور تھا۔ مرزا میت یا قادیانیت اگرچہ اپنی موت آپ مرنے والی ہے کیونکہ مرزا ملعون و کذاب کی تقریباً نوے فیصد پیشین گوئیاں جھوٹ ثابت ہو چکی ہیں۔ لیکن اس بات سے قطع نظر جو چیز قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ جس عقیدہ کی بنیاد پر فتنہ کی اتنی بڑی عمارت کھڑی کی گئی، وہ مہدی کی مسیحائی ہستی کی قرب قیامت میں آمد پر ایمان ہے، جس کو سننہ تو قرآن پاک سے حاصل ہے اور نہ ہی حدیث کی درجہ اول کی کوئی کتاب اس کی وکالت کرتی ہے۔ قادیانیوں کے لاہوری گروپ کا کہنا ہے کہ وہ مرزا ملعون کو نبی نہیں بلکہ محض "مہدی" مانتے ہیں۔ یعنی یہاں بھی کمنڈ آکر "مہدیت" پر ہی ٹوٹی ہے۔ اب اس سے بڑھ کر قابل تقتیش بات اور کیا

ہوگی کہ مہدیت کا تصویر بجائے تحریبِ امت کے تحریبِ امت اور فتنہ و فساد کا باعث بنتا آیا ہے۔

اب ہم ماضی بعید سے مہدیت کے کچھ آثار تلاش کرتے ہیں۔ ”مہدی من اللہ“ ہونے کے دعووں کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ ساتویں صدی ہی میں عراق سے تعلق رکھنے والے بہت سے لوگوں، جن میں مختار بن ابی عبید ثقفی معروف ہے، نے حضرت علیؑ کے بیٹے ”ابن الحسینیہ“ کو خلافتِ بنو امية کے خلاف جہاد کی وجہ سے خدا کی طرف سے مامور خلیفہ مان لیا (687ء)۔ تصویرِ مہدیت کی ترقی یافتہ صورت ابھی سامنے نہیں آئی تھی۔ تاہم ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ ”اہل بیت“ کے افراد خدا کی طرف سے ہدایت یافتہ ہوتے ہیں۔ ابن الحسینیہ کو مہدی مانتے والے زیادہ تر لوگ مذہبِ شیعہ کی ابتدائی شکل سے تعلق رکھتے تھے۔ تاہم وہ شیعہ اثنائے عشریہ، زیدیہ یا اسماعیلیہ نہ تھے اور نہ ہی اُس وقت تک حضرت جعفر الصادقؑ سے منصوب ”فقہ جعفریہ“ کا کوئی وجود تھا۔ یہ سب شیعہت کی تاخیری شکلیں ہیں۔ اس تاریخی حوالہ کی وجہ سے اثنائے عشریہ مکتبہ فلکر کے اُس دعویٰ کو بھی دھپکا لگتا ہے کہ مہدی بارہویں امام ہیں اور زندہ ہیں۔ پندرہویں صدی عیسوی میں ”سید محمد جوں پوری“ نے مہدیت کا دعویٰ کیا اور اپنے ماننے والوں کی ایک بہت بڑی جماعت قائم کر لی۔ یہ صاحب بھارت کے موجودہ صوبہ اتر پردیش سے تعلق رکھتے تھے اور ان کا مزار افغانستان میں ہے۔ علاوہ ازیں 1882ء میں سوڈان سے تعلق رکھنے والے ”صوفی محمد احمد“ نے دعویٰ کیا کہ وہ ”امام مہدی“ ہے۔ صوفی محمد احمد نے اپنے پیروکاروں کی مدد سے سلطنتِ عثمانیہ تک کی فوجی قوت کو پچھاڑ ڈالا اور اپنی علیحدہ ریاست قائم کر لی۔ سوڈان اُس وقت سلطنتِ عثمانیہ کا صوبہ تھا۔ صوفی محمد احمد کی ”مہدی ریاست“ 1899ء تک قائم رہی۔ تاریخی اعتبار سے مہدیت کا جو قریب ترین دعویٰ کیا گیا وہ بیسویں صدی میں سامنے آیا۔ اس واقعہ نے عالمی شہرت اور توجہ بھی حاصل کی۔ ”محمد عبداللہ القریشی“ نامی شخص کی طرف سے 1970ء کی دہائی میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ وہ اللہ کی جانب سے مہدی مامور کر دیا گیا ہے۔ محمد عبداللہ کے رشتہ دار ”جوہیمن بن محمد عتنی“ نے مسک وں مسلح افراد کی مدد سے 1979ء میں خانہ کعبہ پر قبضہ کر لیا۔ جس کے نتیجے میں کعبۃ اللہ کی حدود کے اندر فوجی آپریشن کیا گیا۔ اس فوجی آپریشن میں مسک وں لوگ مارے گئے۔ واضح ہوا کہ یہ فوجی آپریشن افواج پاکستان کے کمانڈوز نے کیا، جبکہ فرانس نے تکنیکی مدد فراہم کی۔ گرفتار شدگان کو سعودی حکومت کے حوالے کر دیا گیا۔

مہدیت کے اس کے علاوہ بھی درجنوں دعوے کیے گئے۔ تاہم ان سب کا یہاں احاطہ کرنا ممکن

نہیں۔ اب وقت آچکا ہے کہ سنجدگی سے غور کیا جائے اور یہ جانا جائے کہ مہدیت کا تصور کہاں سے آیا اور یہ کہ اس تصور پر مبنی عقیدہ نے اُمت مسلمہ کو نقصان اور خون خراہ کے سوا اور کیا کچھ دیا؟ بلاشبہ اسلام کا پیش کردہ تصور قیامت مہدیت جیسے غیر عملی نظریات کا قطعاً محتاج نہیں۔

بابِ العلم ریسرچ فاؤنڈیشن

(BAB-UL-ILM RESEARCH FOUNDATION)

ایک مختصر تعارف

”بابِ العلم ریسرچ فاؤنڈیشن“ (BIRF) بین الاقوامی سطح پر کام کرنے والے تحقیقی ادارے ”یورو ایشیا ریسرچ فاؤنڈیشن“ (EuroAsia Research Foundation) کا پاکستان میں رجسٹرڈ ذیلی ونگ ہے۔ BIRF کا قیام مارچ 2009ء میں عمل میں لایا گیا۔ اس سے پہلے یورو ایشیا ریسرچ فاؤنڈیشن (ERF) کے زیر اہتمام اُبھرتے ہوئے نوجوان سکالر ”سید وقار حیدر“ کی شہرہ آفاق کتاب ”شائع ہو کر علمی حلقوں سے داد تحسین وصول کر چکی ہے۔ تاہم یورو ایشیا ریسرچ فاؤنڈیشن (انٹرنشنل) اب پاکستان میں ”بابِ العلم ریسرچ فاؤنڈیشن“ کے نام سے تحقیق و تحریک اور تصنیف و تالیف کے امور سرا جام دے رہی ہے۔ لہذا آئندہ یورو ایشیا ریسرچ فاؤنڈیشن کی تمام تصنیفات پاکستان میں بابِ العلم ریسرچ فاؤنڈیشن (BIRF) کے پلیٹ فارم سے ہی شائع ہوں گی۔ یاد رہے کہ کتاب ہذا جو کہ آپ کے ہاتھوں میں ہے BIRF کے بیزرن تلے چھپنے والی پہلی تصنیف ہے۔

یورو ایشیا ریسرچ فاؤنڈیشن (ERF) کا نیٹ ورک بیک وقت برطانیہ، جمنی، سین، اٹلی، فرانس، کوسوو اور پاکستان میں پھیلا ہوا ہے۔ جبکہ ERF کا ہیڈ آفس ماچسٹر برطانیہ میں ہے۔ ان تمام ممالک میں یورو ایشیا ریسرچ فاؤنڈیشن (ERF) کے معزز سکالرزم تفرق م موضوعات پر تحقیق و تدوین کی ذمہ داری سے عہدہ برائے ہوتے ہوئے اسلام کے دوسرے نکری انقلاب کے لیے اساس فراہم کرنے میں مصروف عمل ہیں۔

ہمارا نصب الاعین

دورِ جدید میں صحیح اسلامی فکر کا احیاء، قرآنی تعلیمات کی آسان و جامع تشریع اور اسلام کی حقیقی روح کا عالمگیر تعارف ہمارے نصب الاعین میں شامل ہے۔ بابِ العلم ریسرچ فاؤنڈیشن (BIRF) بیک وقت قرآنیات، علوم حدیث، علوم فقہ، تقابل ادیان، ختم نبوت اور مستقبل میں اسلام کو درپیش چیلنجوں کے حل کے موضوعات پر تحقیق، تجزیع، تدوین اور تصنیف و تالیف کا کام اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں سرانجام دے رہی ہے۔ بابِ العلم ریسرچ فاؤنڈیشن (BIRF) اپنے تجدیدی کام کے ذریعے اس بات کے لیے کوشش ہے کہ امّت مسلمہ کی "علمی نشاۃ ثانیۃ" (Intellectual Renaissance) کے ظہور کا خواب جلد از جلد شرمندہ تعبیر ہو، تاکہ ایک بار پھر اسلام بحیثیت "نظام" اور "تہذیب" اقوام عالم کو فکری، روحانی، معاشری اور معاشرتی رہنمائی فراہم کر سکے۔ اسلام اپنے وہ تمام خصوصیات رکھتا ہے، جو کسی بھی جامع ترین عالمگیر معاشرتی نظام اور آفاقی تہذیب کے اندر ہونی چاہئیں۔ ہمیں یقین ہے، کہ ہمارا اس عظیم کام میں حصہ قابلِ قدر ہو گا اور امّت مسلمہ کے فکری عروج اور دینی احیاء کی تحریک ضرور کامیاب ہو گی۔ آئیے آپ بھی اس عظیم فکری اور تحقیقی تحریک میں ہمارا ساتھ دیں۔

معزز قارئین سے التماس ہے کہ وہ بابِ العلم ریسرچ فاؤنڈیشن (BIRF) کی تحقیقی خدمات کے حوالے سے اپنی مفید آراء اور مشوروں سے ضرور نوازیں۔ ہم آپ کی ہر تجویز کا خیر مقدم کریں گے۔

بابِ العلم ریسرچ فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ)

﴿پاکستان﴾

Email: birf.pakistan@hotmail.com

Phone: +92-333-7748209, +92-333-8022827

Visit us: www.birf.weebly.com